

## تعلیمی اداروں کے نجکاری۔۔۔۔۔ قطعاً نہیں

اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم پر پیدا فرمایا۔ اسے اشرف المخلوقات قرار دیا۔ اسے خیر و شر میں تمیز کرنے کا شعور بخشا۔ اس کے لئے خوب صورت اور موزوں ترین دنیا سجائی اور زمین و آسمان اور مافیہا کو اس کے لئے مسخر کر دیا۔ یہ سب اہتمام ہو چکا تو اسے نائب بنا کر دنیا کی زمام کار اس کے ہاتھوں دے دی۔ خالق ہمیشہ اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ اس دنیا میں امن، چین اور سکھ سے رہنے بسنے کے لئے حسب ضرورت اس کی رہنمائی کا اہتمام کیا۔ یوں دنیا کے ہر خطے اور علاقے میں ہر قوم اور قبیلے میں اور ہر دور اور زمانے میں انبیاء تشریف لاتے رہے۔ آخر میں نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ کامل و اکمل، اس طرح انسان کے لئے بد تک درکار رہنمائی کا تمام ہو گیا۔ ہر پہلو سے، ہر لحاظ سے اور ہر اعتبار سے امن، چین اور سکھ کی زندگی بسر کرنے کے لئے روئے زمین پر آباد کسی بھی انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ اس رہنمائی کو اپنائے۔ وہ مسلمان معاشرے ہیں یا لادینی اور الحادی معاشرے دنیا میں جہاں کہیں اس لازوال رہنمائی سے روگردانی کی روش اختیار کی جا رہی ہے وہاں انسان بحیثیت مجموعی مسائل اور مصائب سے بھی زندگی گزار رہے ہیں۔ ایسے معاشروں میں بظاہر خوش حال اقلیتیں (اہل وسائل طبقے) بھی اندرونی کرب اور نفسی و ذہنی دباؤ کا شکار ہیں اور ایک جان لیوا شگستگی سے گزر رہی ہیں۔

اس طرح کے عمرانی تجربے سے گزرتے ہوئے اس دور کے انسان کے لئے یہ بات لازمی اور بدیہی قرار پاتی ہے کہ وہ پیش آمدہ مسائل کا حل نبوی تعلیمات کی روشنی میں تلاش کرے۔ جب ہم پرائیویٹ تعلیم کی تجارت اور اس کی پیدا کردہ معاشرتی الجھنوں اور مسائل کا تجزیہ ان تعلیمات کی روشنی میں

کرتے ہیں تو یہ حقیقت عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ تعلیم و تدریس ایسے مقدس اور پیغمبرانہ کام کو منڈی مارکیٹ اور بازار کی جنس بنا کر اسے تجارتی سودوزیاں کے ترازو میں تولنا اور اسے خالصتاً تجارتی اپروچ کے ساتھ منڈی (معاشرے) اور گاہکوں (طالب علموں) کی صورت حال دیکھ کر اڑاں و گراں نرخوں (فیسوں) پر حرف و لفظ کی خرید و فروخت کا عمل بنا دینا رذالت کا اسفل ترین درجہ ہے۔ گزشتہ دس پندرہ برس کے تجربے نے یہ طے کر دیا ہے کہ نجی تعلیمی تجارتی اداروں میں حرف و لفظ کی فروخت کے علاوہ کچھ نہیں ہو رہا۔ جب انسانی مستعدی کا مطمح نظر اور بڑا محرک منافع خوری اور جلب زر ہو تو حرف و لفظ یعنی حصول علم کے ذریعے کی عصمت کہاں باقی رہتی ہے؟ ایسے لین دین کے ماحول میں حروف اور الفاظ کی کوکھ سے "علم" جنم نہیں لیتا۔ عرفان کی نمو نہیں ہوتی۔ ادراک پروان نہیں چڑھتا۔ شعور بیدار نہیں ہوتا اور ضمیر زندگی نہیں پاتا۔ ہاں ایسی اداروں سے نکلنے والا شاگرد لٹا پٹا ضرور ہوتا ہے اور علم کی بجائے محض جانکاری (Know-How) سے مسلح ہوتا ہے اور پھر اس اسلحہ سے لیس ہو کر وہ اپنی پائی تربیت کے مطابق مزید تجارت کے لئے منڈی میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اپنے والدین کی پونجی لٹا کر تجارتی تعلیم حاصل کرنے والے شاگردوں کے اندر ملک و ملت کا درد رکھنے والا انسان سسک سسک کر مر جاتا ہے۔ رد عمل کے نتیجے میں اس کے اندر کمر شلائزڈ اپروچ رکھنے والا ایسا بنیا قسم کا انسان نمودار ہوتا ہے کہ جو ہر انسانی قدر کو محض روپے پیسے کے معیار پر پرکھتا اور اسی اصول پر معاملات زندگی میں بھاؤ تاؤ کرنا دکھائی دیتا ہے۔

اہل نظر سے یہ بات کسی طور پوشیدہ نہیں کہ زندگی کا حقیقی حسن اور اس کا فطری رنگ و روپ باہمی ایثار و قربانی کا طرز عمل اختیار کرنے میں پوشیدہ ہے۔ اعلیٰ انسانی خوبیوں سکون کی جھلک اور جھنکار کے بل پر نہ خریدی جاسکتی ہیں اور نہ پیدا کی جاسکتی ہیں نجی تعلیمی تجارتی اداروں نے تعلیم کو ایک جنس بازار بنا دیا ہے۔ پیسے کو پیسا کھینچ رہا ہے اور لفظوں کی عصمت پامال ہو رہی ہے۔ ان پرائیویٹ تعلیمی تجارتی اداروں کو جو از بخشنے والی بڑی سے بڑی دلیل بھی ہمارے نزدیک وطن عزیز کے گلی کوچوں اور قریہ بازار میں

دندانہائی اس زمینی حقیقت کے سامنے پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی کہ آپ کچھ بھی کہیں موجودہ ماحول میں تعلیم بہر حال تجارت بن چکی۔ انسان پر آنے والے مجموعی عالمی زوال کے ادوار کے علاوہ قرن اول سے ایک تسلسل کے ساتھ ہر علاقے اور ہر تہذیب میں انسان کا مجموعی طرز عمل ایسا رہا کہ تعلیم و تدریس کو ہمیشہ مقدس اور مشنری فریضے کی حیثیت حاصل رہی ہے اور دولت علم سدا بے لوث انداز میں تقسیم کی جاتی رہی۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ان تجارتی تعلیمی اداروں کا مقصد اصل واول تعلیم دینا نہیں بلکہ اس نام پر روپیہ بٹورنا ہے تو ان کے بہروپ کا بھانڈا ان اداروں کی شناخت ہی سے پھوٹ جاتا ہے اور ان کی اصلیت کا پردہ ان کی پہلٹی، فیسوں اور فنڈز کے اسٹرکچر اور ان کے "طریق کار" سے چاک ہو جاتا ہے۔ آواز خلق نقارہ خدا ہوا کرتی ہے اس وطن پاک کے مقہور و مجبور لوگ (98 فی صد) گزشتہ کئی سالوں سے ان اداروں کی ستم رانیوں کا شکار ہیں۔

وطن عزیز کی تعلیمی زندگی کو مسلسل کمزور کرتا ہوا یہ تپ دق بروقت علاج کا متقاضی ہے۔ تجارتی تعلیمی اداروں کے خلاف عوامی غیض و غضب اور پھر کسی حد تک بے بسی کی یہ صورت حال کسی کے بہکانے پر پیدا نہیں ہوئی لوگ باگ خود اس تجربے سے گزر رہے ہیں اور زبان حال سے دہائی رہے ہیں۔ ایسا کیوں ہو گیا؟ اس کا عمرانی اور تجربی حقائق کی روشنی میں تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ آئیے چند حقائق کا جائزہ لیتے ہیں۔

سقوط روس کے بعد جلد ہی اشتراکی سرمایہ داروں کی دکانداری بھی ختم ہو گئی تو دنیا کے استحصالی میدان میں صرف "انفرادی سرمایہ دار" رہ گئے۔ دنیا بھر میں ان کا کوئی مد مقابل نہ رہا۔ تو عالمی مالیاتی امور اور طاقنی معاملات کی باگ ڈور تنہا ان کے ہاتھوں میں آ گئی۔ تب سے سارے عالم کو یہ باور کرایا جانے لگا کہ یہ دنیا اب یک محوری یا یک قطبی (Unipolar) دنیا ہے۔ اب اس کی زمام کار ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

اس کی سیاسی، مالی اور معاشرتی پالیسیاں اب ہم طے کریں گے۔ یوں واشنگٹن یا کسی اور گڑھ میں بیٹھ کر عالم انسانیت کو نوچنے والے ان گدھوں نے فیصلہ کیا اور نج کاری (پرائیویٹائزیشن) کا ناسور دنیا بھر میں دنیا بھر میں زیادہ تر ملکوں کے جسم و جاں کو چٹ گیا۔ ان بد قسمت ملکوں میں ہمارا وطن عزیز پاکستان بھی شامل تھا۔ کہ یہاں کے حکمران بے غیرت اور ٹوڈی ذہنیت کے مالک تھے۔ بیرونی آقاؤں کی آشیر باد حاصل کئے رکھنے کے شوق میں ان کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ لہذا ان کے آقاؤں کی طرف سے نازل ہونے والا "حکم نج کاری" اس وطن کے باسیوں پر بلائے۔ بے اماں کی شکل میں نافذ کر دیا۔ یوں زندگی کے دوسرے شعبوں کے ساتھ تعلیمی شعبے میں بھی نج کاری کا عمل شروع ہو گیا۔ اس طرح پہلے سے موجود قومی تعلیمی اداروں کی خود مختاری کے نام پر پرائیویٹائز کر دیا گیا۔ اور نئے پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے قیام کے لئے لولی لنگڑی قانون سازی کر کے تعلیمی تجارت کی راہ ہموار کر دی گئی۔ تب سے تعلیم تجارت ہو گئی اور ہوس زر کے مریض اور منافع خوری کے رسیاء چھوٹے قد اور تھوڑے ظرف رکھنے والے لوگ اپنی تعلیمی دکانیں سجا کر بازار استحصال میں آبراجمان ہوئے ان تعلیمی دکانوں کی تعمیر میں مضمر خرابی کی یہ صورت ظاہری چمک دک کے باوجود ان کی بد صورتی کو کیو فلاج نہیں کر سکی۔

جب ہم ایک تعلیمی ادارے کا تصور ذہن میں لاتے ہیں تو سب سے پہلے اس عمارت کا نقش ابھرتا ہے۔ فراخ ہوا دار کمرے، کھیل کے میدانوں اور چمن زاروں کے ساتھ پرسکون ماحول میں وسعت کا احساس پھر موزوں فرنیچر قابل اساتذہ کرام اور مستعد انتظامیہ، نصابیات ملکی و ملی شعور اور مفادات سے ہم آہنگ و ہم رنگ وغیرہ کیا قومی تعلیمی اداروں کی یہی شناخت نہیں ہوا کرتی تھی۔ پھر ایسے ہوا کہ حکمران طبقوں کی لوٹ کھسوٹ اور کرپشن آہستہ آہستہ اوپر سے نیچے کی طرف آنے لگی یہ ایک بالائی طبقوں کی طرف سے روار کھی جانے والی بددیانتی کا فطری نتیجہ تھا جو اسی طرح عمل پذیر ہونا تھا۔ وقت گزرتا گیا اور کرپشن کا ناسور پھیلتا چلا گیا حکمران راستے نہیں روک سکتے تھے اس لئے یہ عمل تبھی رک سکتا تھا جب تک بددیانت لوگ خود اس لعنت سے باز آئے۔ حتیٰ کہ 1988ء کے بعد اوپر والی کرپشن کے نیچے

عوامی سطح تک منتقل ہونے کی رفتار تیز ہو گئی۔ بددیانت حکمرانوں کے تسلسل کے ساتھ اقتدار میں آتے رہنے کے سبب کرپشن کا پھیلتا ناسور ہر قومی شعبے کو متاثر کرتا چلا گیا۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اس لیے کہ علامات مرض اب بھی وہی ہیں۔ ٹیکس کا ظالمانہ نظام، مہنگائی کا بھرتا ہوا عفریت، بالائی طبقوں کی روز افزوں عیاشانہ طرز زندگی اور اس سب کچھ پر مسترد آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی غلامی (شرمناک شرائط پر قرض حاصل کرنے کے لئے بے غیرت حکمرانوں کے معاہدے) پہلے کی طرح اس دور میں بھی موجود ہیں۔ یہ صورت حال جب تک قائم ہے، قائم رکھی جاتی ہے، کسی بھی شکل، لباس یا وردی والے حکمران کی چکنی چپڑی باتیں یعنی یہ کریں گے تو وہ ہو جائے گا۔ حکومت فلاں سال تک تیس مارخان کو ہلاک کر دے گی، میرے اس پروگرام سے یہ ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ ایسی باتیں اس کے منہ پر دے ماریں چاہیں۔ اس طرح کا دھوکہ بہت زیادہ دیا بھی جا چکا اور کھایا بھی جا چکا۔ اب یہ بازیگر مزید دھوکہ نہیں دے سکتے۔ بہر حال یہ تو چند جملہ ہائے معترضہ تھے۔ کہنا یہ ہے کہ حکومتوں کی غفلتوں اور بد دیانتیوں کے سبب دوسرے قومی شعبوں، اداروں کی طرح تعلیمی شعبہ بھی تیزی کے ساتھ زوال کا شکار ہوا۔ پنجاب یونیورسٹی ایسے تابندہ ماضی نہایت عظیم الشان روایات کے حامل ادارے خاص طور پر گزشتہ دو عشروں سے (1980ء سے) تنزل اور انحطاط کی کھائی میں لڑھکتے چلے جا رہے ہیں۔ ملک و قوم اور ملت کے دشمن حکمرانوں نے اس تنزل اور انحطاط کو روکنے کے اقدامات تو کیا کرنا تھے۔

اس تنزل کی رفتار کو اور چند کرنے کے لئے "بے دست و پا کر دیئے گئے" قومی تعلیمی اداروں کے مقابل اپنے بیرونی آقاؤں کے اشارے پر پرائیویٹ سیکٹر میں تعلیمی اداروں کے قیام کی پالیسی نافذ کر دی اور کیا یہ گیا کہ چوں کہ تعلیمی میدان میں ملکی ضروریات لہذا انجی شعبے کو آگے آنا چاہیے یعنی تعلیم و تعلم ایسے مقدس کام کو بازار میں بکنے والی جنس بنا دیا۔ اچھی اور اعلیٰ دال کا نرخ اور ہے اور درمیانے اور گھٹیا درجے کی دال منڈی میں تھوڑی فیس دیکھ کر حاصل کی جاسکتی ہے۔

آئیے اب غاصب حکمرانوں کی اس بے سروپا تاویل کا جائزہ لیں کہ قومی تعلیمی اداروں کا خلاء پر کرنے کے لئے نجی شعبہ اپنا کردار ادا کرے۔ اس کردار کی اداکاری کا معیار گلی کوچوں اور محلوں میں کھلنے والے "پرنکشن" انگریزی ناموں والے تعلیمی اداروں کی اب تک ظاہر و باہر صورت حال کو دیکھ کر کیا جاسکتا ہے۔ تعلیم کے نام پر دھبہ ان اداروں کے بیچنگ اسٹاف کی بھرتی عارضی بنیادوں پر کی جاتی ہے۔ اور مطلوب تعلیمی قابلیت کو بھی پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔ عام طور پر شادی بیاہ کے انتظار میں بیٹھی متوسط گھرانوں کی میٹرک، ایف اے یا بی اے پاس بچیوں کو ممکن حد تک کم سے کم مشاہرہ پر بھرتی کیا جاتا ہے۔ شادیوں کی تاریخیں طے ہونے پر ایک ہی تعلیمی سیشن کے دوران میں گرگٹ کے رنگوں کی طرح ان تعلیمی دکانوں کے اساتذہ بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

تعلیم کے ساتھ مذاق روار کھنے کی یہ صرف ایک مثال ہے۔ بیسیوں اور ایسی بے قاعدگیاں اور "غیر معیاری حرکتیں" کی جارہی ہیں۔ جبکہ فیسیں سینکڑوں روپوں اور مختلف فنڈز ہزاروں روپوں سے کیا کم ہوں گے؟ یہ بات ٹھیک ہے کہ استثنائی صورتیں بھی موجود ہیں۔ مگر آٹے میں نمک کے برابر۔ یہ چند (99 فی صد) کے مقابلے میں کیا اثر پیدا کر سکتے ہیں؟ جبکہ ان معیاری تعلیم فراہم کرنے والے چند گنے چنے تعلیمی تجارتی اداروں (واضح رہے اصل تجارت تو یہ ادارے کر رہے ہیں) کی فیسیں اور واجبات اور دوسرے "پکھنڈ" لاکھوں روپوں میں پڑتے ہیں۔ عملاً ان استثنائی معیاری تعلیمی تجارتی اداروں کا کردار بھی ملک و ملت کے لئے کچھ کارآمد ثابت نہیں ہو رہا۔ اس لئے کہ اٹھانویں فی صد ہم وطنوں کا تعلق غریب اور متوسط طبقے سے ہے۔ امکان کا جائزہ لیا جائے تو ان سے کتنے خاندان ایسے ہوں گے جو اپنے بچوں کی تعلیم پر کئی سال (دس سے سولہ برس تک) لاکھوں روپے خرچ کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ قوم کے کتنے "جوہر قابل" اس تجارتی تعلیم کی بھول بھلیوں میں گم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کوئی نہیں جو اس عظیم ملی نقصان کا اندازہ کرے اور اس کو مکمل طور پر نہیں تو کسی حد تک کم کرنے کی سعی کرے۔

وطن عزیز پاکستان میں ہر قسم کے جبر و استحصال کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ختم کر کے ملک میں تبدیلی لانے کا عہد کرنے والوں کے لئے موجودہ تعلیمی ابتری چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سے چشم پوشی یا گریز کا طرز عمل اب تک طے کئے جانے والے سفر کو کھوٹا کر سکتا ہے۔ لہذا اس جانب ترجیحی توجہ دیئے جانے کی شدید ضرورت ہے۔

ملک میں روز افزوں وسعت پذیر اس "تعلیمی اتار کی" کا تذراک کیسے کیا جائے؟ یہ وہ چنگھاڑتا ہوا سوال ہے جو ان کی گزارشات کو پڑھنے کے بعد ہر فرد کے ذہن میں کلبلانے لگتا ہے اور قوم کے ہر اس فرد کے دل و دماغ کو ماؤف کیے دے رہا ہے کہ موجودہ حالات کی دبیز تہوں کے نیچے چھپے اس قومی سرطان کی تباہ کاریوں سے واقف ہے۔ اس کی روک تھام کے لئے دو بڑے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے جو بجائے خود ایک بصیرت افروز منصوبہ بندی اور حکمت عملی کے متقاضی ہیں۔

پہلا اقدام ملک کے پالیسی ساز اداروں اور پالیسی نافذ کرنے والے اداروں میں ایسے افراد کو آگے لایا جائے جو اپنے دل میں ملک و ملت کا درد رکھنے والے ہوں اور ساتھ ہی اس قدر اہلیت بھی رکھتے ہوں۔ بحمد اللہ! وطن عزیز میں ایسے افراد کی کمی نہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ لوگ آگے کیسے آئیں؟ اور ان اداروں میں براجمان نااہل، کرپٹ اور بے حس لوگوں کو ہٹا کر ان کی جگہ کیسے لیں؟ ہم سب جانتے ہیں کہ محض پہلے یہ کہہ دینا ہے کہ کرنے والا پہلا اقدام یہ ہے کافی نہیں ہوتا۔ بجائے خود یہ پہلا اقدام کرنے سے پہلے ہمیں بہت سے کام ابھی کرنا ہیں۔ کسی حد تک ایک پیمانہ پر یہ کام ہو رہے ہیں تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں مزید منظم اور مزید تیز کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ان کاموں کا تعلق سیاسی اور سماجی تبدیلیوں سے ہے اور سارے سیاسی اور سماجی کام ہیں۔ ملک و قوم کے بگڑتے حالات دیکھ کر دلوں میں کرب محسوس کرنے والے افراد کو چاہیے کہ وہ یہ درد کی دولت صرف اپنے دلوں میں مقفل نہ رکھیں اسے اپنے علم و حلم اور قلم سے ذریعے "فراخدی" سے دوسرے لوگوں تک بھی پہنچائیں۔

اسی طرح ان سارے کاموں کا کلی انحصار دراصل مخلص، محنتی اور ایثار پیشہ قیادتوں پر ہی ہوتا ہے وہ ناظم اور وہ امیر جو اپنے کارکنوں اور مامور افراد کا گلہ کرتے نظر آتے ہیں۔ انہیں پہلے اپنا جائزہ لینا چاہیے درحقیقت کسی خود قیادت کے اندر موجود ہوتی ہے۔ کرنیں اکٹھی ہو کر شمع کو وجود نہیں یہ شمع ہے جس کے موجود سے کرنیں جنم لیتی ہیں۔ اس کی روشنی کی پیما مبر بن کر گھٹا ٹوپ تاریکی میں بلار کاوٹ گھسکتی چلی جاتی ہیں۔ جب ہم کارکنوں کے اوصاف کے اوصاف پڑھتے ہیں تو قیادتوں کو یہ توقع نہیں رکھنا چاہیے کہ ان کے اوصاف کے حامل گھڑے گھڑائے کارکن میسر آئیں گے اور اپنے قائد کے استقبال کے لئے مستعد کھڑے ہوں گے۔ اگر آپ قائد ہیں اور آپ کو اللہ نے قائدانہ صلاحیتیں عطا کی ہیں تو یہ سارے اوصاف آپ نے پہلے خود اپنے اندر پیدا کرنے ہیں۔ ان اوصاف کو کارکنوں میں منتقل کرنا بلاشبہ قیادت کاری اور افراد سازی بڑے، حلیم الطبع اور وسیع ظرف لوگوں کا کام ہے اور مردم شناسی کے ہنر سے بہرور ہونا اور امید کو زندہ رکھنا قیادت کے لازمی اوصاف ہوتے ہیں گزارشات پیش کرنے کی غرض یہ ہے کہ دراصل یہ وہ زادراہ ہے کہ جو ہمارے پاس ہونا چاہیے۔ نہیں ہے تو اسے حاصل کرنا چاہیے۔ کہ ایسی زادراہ کے بل پر ہی ہم اپنے لئے بڑے اقدام کو جامہ عمل پہنا سکتے ہیں۔ یہ بات تو بہر حال آپ یقیناً سمجھتے ہوں گے کہ پالیسی بنانے اور نافذ اور حکومتی کنٹرول میں ہوتے ہیں۔ لہذا جب تک حکومت کی زمام کاریک، دیانت دار اور ملک و ملت کا درد رکھنے والے افراد کے ہاتھ میں نہیں آتی موجودہ حالات میں کوئی بڑا اور مثبت تغیر رونما نہیں ہو سکتا۔ دراصل یہ ہے وہ وجہ کہ جس کی بناء پر ملک میں قائم ظالمانہ نظام کر جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے جدوجہد تیز کرنے کی ضرورت ہے۔

تعلیمی تجارت ایسے گھٹاؤنے اور قبیح کاروبار کو جب تک حکومتی وسیلے سے روکنے کے اسباب پیدا نہیں ہوتے۔ دریں اثناء اس ننگ ملت سرگرمی کا تذراک کرنے کے لئے دوسرا بڑا اقدام ایسے معیاری رفاہی تعلیمی ادارے کھولنے کی ضرورت ہے کہ جہاں کم از کم قوم کے ذہین ترین بچوں کو عزت مند اور خود دارانہ ماحول میں زیور تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔ ان اداروں کی مالی ضروریات مخیر حضرات کے تعاون



سے پوری کی جائیں (الحمد للہ! یہ خطہ پاک دھرتی کے جھومر ایسے افراد سے خالی نہیں۔ بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو اپنے رزق حلال کا ایک گراں قدر حصہ تعمیر ملک و ملت میں لگانا چاہتے ہیں۔ تاہم حقیقی اعتماد کی فضا فراہم کرنا ان رفاہی تعلیمی اداروں کی انتظامی قیادت کا فریضہ ہے) اسی طرح ان اداروں میں زیر تعلیم بچوں کے والدین کے خالصتاً خود اختیاری مالی تعاون کو بھی خوش آمدید کہنا چاہیے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ خلوص اور اہلیت کی دولت سے بہرہ ور لوگ اگر اس کام کا بیڑا اٹھائیں تو یہ دکھوں کی ماری اور بار بار کی ڈسی ہوئی قوم اس سب کچھ کے باوجود ایسے لوگوں کو دیکھ کر نہیں کرے گی۔ اگر یہ خوش فہمی نہیں سچی بات ہے تو قوم کی آنکھوں میں ایسے ہی مخلص اور اہل لوگوں کو آگے بڑھ کر تھام لینے کے خواب سچ دکھائی دیتے ہیں اسی ملک میں اسی دھرتی پر ایسے رفاہی ادارے پہلے سے قائم ہیں اور کام کر رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے ایک قومی تحریک کی شکل دیکر ملک بھر میں ایسے اداروں کا جال بچھا دیا جائے تو تعلیم کے نام پر دھوکہ دہی کے اڈے، غیر معیاری تعلیم دینے والی دکانیں اور معیاری تعلیم دینے والے مگر لاکھوں روپوں کی رسیا گھٹیا سودا گروں کی لمیٹڈ کمپنیاں (پرائیویٹ یونیورسٹیاں، ایک آدھ استثناء کے ساتھ) یقیناً خسارے میں چلی جائیں گی اور خسارہ۔۔۔۔۔ ہاں یہی خسارہ ان تعلیمی دھوکے بازوں کو اپنے شر گرانے پر مجبور کر دے گا۔ یہاں یہ زمینی حقیقت ورطہ تحریر میں لاتے ہوئے دل خون کے آنسو رو رہا ہے کہ "جن پہ تکیہ تھا وہی پتہ ہوا دے رہے ہیں" نظریہ اسلامی کی اساس ہر ملک میں تبدیلی لانے کے لئے نصف صدی سے کوشاں ہمارے معاشرے کی ایک بہت بڑی منظم قوت کم از کم اس تعلیمی بحران میں بلوغت بصیرت کا مظاہرہ نہیں کر سکی۔ کچھ سادہ لوگ لوگوں نے اور بہت سارے زر پرست لوگوں نے حکومتی پالیسی سے فائدہ اٹھانے کے لئے تجارتی تعلیمی دکانیں سجالیں تو تبدیلی کی علمبردار یہ قوت بھی اپنے قائدانہ منصب کے برعکس اندھی کوری تقلید کا شکار ہو گئی اور اس سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے بھی اسلام کے لبادے میں ایسی ہی دکانیں کھول لیں، لاہور میں قیام پاکستان سے پہلے کے زمانے سے جاگیر داروں اور ظالم طبقات کی اولادوں کے لئے قائم ایک ایسے ہی

تعلیمی ادارے کی نقالی میں اپنے کردار کا سارا اثاثہ لاہور کے ایک نئے بسنے والے قصبے میں ایک ایسا ہی بھونڈا تجارتی تعلیمی ادارہ قائم کر کے ہوس پرستی کی دیوی کی بھینٹ چڑھا دیا۔ وحسرتاً! مرے تھے جن کے لئے وہی اس قوم کے جنازے کو کندھا دینے کے لئے تیار نہیں ہو پا رہے یہ تحریر لکھتے ہوئے میراجی بے اختیار یہ چاہ رہا ہے کہ میں اپنی پوری توانائی ساتھ ان نوجوانوں کو ایک بھر پور سیلویٹ پیش کروں کہ جو اپنی نوخیزیوں کی چند بے اعتدالیوں کے ہوتے سائے میں دھوکہ نہ کھائے اور اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں شمع علم کی نہ صرف حفاظت پر کمر بستہ ہیں۔ بلکہ اس کی لو اور تیز کرنے کے لئے اپنے جگر کا خون انڈیل رہے ہیں۔ یہ اقبال کے شاہین۔۔۔ بلاشبہ پیروں کے استاذ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

ہم انقلاب کی داعی قیادتوں کی خدمت میں یہ گزارش کرتے ہیں کہ انقلاب، انقلابی اقدامات ہی سے آیا کرتے ہیں۔ یہ انقلابی اقدام اب کر گزریئے۔ اپنے اور اپنے سے وابستہ اداروں اور افراد کے اداروں کو تعلیمی تجارت سے ہٹا کر رفاہی تعلیمی ادارے ڈیکلیئر کر دیں اور ان اداروں میں قابلیت کے نہایت شفاف معیار کی بنیاد پر قوم کے ذہین ترین بچوں کو اعزازی تعلیم فراہم کرنے کی راہ ہموار کریں۔ ان بچوں کی دعائیں اور تعلیم و تربیت دونوں ایسی قوت ہیں جو منزل انقلاب کو قریب تر کر سکتی ہیں۔